خطبہ جمعہ

فلاح وہ شخص پاوے گا جو اپنے نفس میں پوری پاکیزگی اور تقویٰ طہارت پیدا کرلے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۱۳/مارچ ۱۹۹۸ء بمطابق ۱۳/امان ۱۳۷۷ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿و من اراد الآخرة و سعى لها سعيها و هو مؤمن فاولئك كان سعيهم مشكوراً.

كلاً نمد هٰؤلآء و هٰؤلآء من عطآء ربك. وما كان عطآء ربك محظوراً﴾

(بنی اسرائیل آیت ۲۰، ۲۱)

یہ آیات ہیں جن کی میں نے گزشتہ خطبے میں اور اس سے پہلے بھی تلاوت کی تھی اور انہی کے تعلق میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات پیش کر رہا تھا جبکہ وقت ختم ہو گیا۔ اب وہیں سے میں اس مضمون کو اٹھا رہا ہوں اور دوبارہ ان آیات کی کسی تفسیر یا تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :

"متقی وہ ہے جو خدا کے نشان سے متقی ثابت ہو۔ ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ میں خدا سے پیار کرتا ہوں مگر خدا سے وہ پیار کرتا ہے جس کا پیار آسمانی گواہی سے ثابت ہو۔ ہر ایک کہتا ہے کہ میرا مذہب سچا ہے مگر سچا مذہب اس شخص کا ہے جس کو اسی دنیا میں نور ملتا ہے اور ہر ایک کہتا ہے کہ مجھے نجات ملے گی مگر اس قول میں سچا وہ شخص ہے جو اسی دنیا میں نجات کے انوار دیکھتا ہے سو تم کوشش کرو کہ خدا کے پیارے ہو جاؤ تا تم ہر ایک آفت سے بچائے جاؤ"۔

جہاں تک مجھے یاد ہے اس مضمون کو بھی میں پہلے بیان کر چکا ہوں مگر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے جو نشان ڈالا ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت غالباً نہیں پڑھی گئی مگر یہ مضمون بیان ہو چکا ہے اس لئے اس مضمون کو اس عبارت کے ساتھ دوبارہ پڑھنے کی بجائے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اور اقتباسات آج آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں :

"اے دوستو! اس اصول کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں"۔

یہ ایک ایسی قطعی حقیقت ہے جس کو انسان ہر روز اپنی زندگی میں اپنے نفس میں ڈوب کر معلوم کر سکتا ہے لیکن اتنی ظاہر و باہر حقیقت بھی ان کو معلوم نہیں ہے کہ جب بھی انسان اپنے طیش یا جذبات کا غلام بنتا ہے تو عقل گدلی ہو جاتی ہے اور حقیقی عقل اس وقت نصیب ہوتی ہے جب انسان اپنے جذبات اور غصوں سے نجات پا کر ان سے بالا ہو جاتا ہے۔ غصوں اور جذبات سے نجات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غصہ آئے ہی نہیں یا جذبات پیدا ہی نہ ہوں۔ اگر غصے اور جذبات کو انسانی معاملات میں سے نکال دیا جائے تو انسانی معاملات چلتے چلتے ٹھہر جائیں گے کیونکہ جذبات میں تمام محبتیں شامل ہیں اور غصے میں بہت سی چیزوں کے دفاع شامل ہیں۔ اگر غصہ دل میں پیدا نہ ہو تو انسان کے دل میں دفاع کا خیال ہی نہیں اٹھتا۔ اس لئے یہ مطلب نہ سمجھیں کہ غصے اور جذبات کو اس طرح دل سے نکال پھینکیں کہ مٹی کا مادھو بن جائیں۔ نہ غصہ آئے، نہ جذبات اٹھیں، نہ زندگی کا کاروبار چلے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کو اگر غور سے سمجھیں تو پھر آپ صحیح نتیجہ نکال سکیں گے۔

جب بھی غصے اور جذبات کے آپ تابع ہوتے ہیں اور اس وقت ایک فیصلہ کر لیتے ہیں جو ان جذبات کے تابع ہوتا ہے اس کے نتیجے میں، فوری فیصلے کے نتیجے میں ہمیشہ بے عقلی پیدا ہوتی ہے اور معاملات گدلا جاتے ہیں۔ پس اصل تعلیم یہ ہے کہ جب بھی غصہ پیدا ہو یا جذبات اٹھیں تو فوری قدم سے باز رہیں۔ یہی نصیحت ہے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی جس میں فرمایا گیا ہے کہ جب بھی غصہ آئے تو پانی پی لو۔ اب پانی پینے کے درمیان اور غصے کے درمیان وقفہ پڑ جائے گا اگر پھر بھی زائل نہ ہو تو لیٹ جاؤ۔ تو وہ حدیث تفصیلی الفاظ میں تو اس وقت مجھے یاد نہیں لیکن مضمون یہی ہے جو میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے۔ اس حدیث کی حکمت یہ ہے کہ جذبات یا غصوں کے نتیجے میں فوری عمل نہ کیا کرو، ٹھہر جایا کرو، دل پر غور کیا کرو۔ یہ ہے وقفہ جو فراست پیدا کرتا ہے اس وقفے کے بغیر فراست پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔

پس اپنے روزمرہ کے دستور کو اس زریں نصیحت کے تابع کر لو کہ جب بھی کسی بات کی خواہش دل میں پیدا ہو، نظر اگر بکھر جائے اور اس کے نتیجے میں جذبات پیدا ہوں، کوئی بھی کیفیت ہو اور کسی وجہ سے کسی سے تکلیف پہنچے اور غصہ پیدا ہو تو ان کے صحیح رد عمل کی تلاش کرو۔ جو پہلا پیغام ہے وہ غلط ہوگا۔ اس پیغام پر کان نہ دھرو۔ اتنا وقفہ لو جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت سے ظاہر ہے۔ پھر جب غور کرو گے تو عقل میں ایک نئی چمک پیدا ہو جائے گی اور معرفت نصیب ہو گی۔ یہ مضمون ہے جس کو مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ اس اصول کو محکم پکڑو۔

"ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے"۔ یہ نرمی سے پیش آنا اس غور و خوض کے بعد کی نرمی ہے جس کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں ورنہ جہاں عقل کا تقاضا یہ تھا کہ کسی قوم سے سختی سے پیش آیا جائے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سختی سے بھی پیش آئے۔ تو اگر آپ اس عبارت کو نہیں سمجھیں گے تو آپ جہاں سختی کی ضرورت ہے وہاں سختی سے باز آجائیں گے حالانکہ مقتضائے حال کو پورا کرنا ہی فصاحت و بلاغت ہے۔ یعنی جو بھی صورت حال کا تقاضا ہو اس کا صحیح جواب، یہ آپ کو فصیح و بلیغ بنائے گا، اس سے آپ کی عقل روشن ہو گی، اس سے آپ کو معرفت نصیب ہو گی۔ تو ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں آریہ قوم کے بعض گندے حملوں کے جواب میں سختی برتی ہے وہاں گویا آپ اپنی نصیحت ہی کو بھول رہے ہیں۔ نرمی سے پیش آنے کے درمیان وہ حدیث والا وقفہ شامل ہے تدبر اور غور و فکر والا وقفہ شامل ہے۔ اس کے بعد اکثر آپ کے دل کا فتویٰ یہ ہوگا کہ ان قوموں سے نرمی برتنی چاہئے پھر جو نرمی برتیں گے وہ عقل اور معرفت کی نرمی ہو گی۔

"نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیالات پیدا ہوتے ہیں"۔ جب یہ سوچنے کا موقع ملتا ہے تو انسان گہرے معاملات میں اترتا ہے، اس کی تہہ تک پہنچتا ہے، پہچانتا ہے کہ عرفان کیا ہے اور سطحی باتیں کیا ہیں۔ "جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں"۔ اب 'کشتی نوح' میں جس طرح کی عبارت ہے 'ہم میں سے نہیں ہے' یہ کتاب البریہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۷ سے بھی جو عبارت لی گئی ہے اس میں بھی یہی الفاظ ہیں 'وہ ہم میں سے نہیں ہے'۔ مطلب یہ ہے کہ میں جس

طرح کی جماعت چاہتا ہوں وہ اس قسم کی جماعت میں شامل نہیں ہے۔

"اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کی رو سے چارہ جوئی کرے"۔ اب جہاں تک انصاف کا تقاضا ہے وہ ساتھ بیان فرما دیا۔ اگر کوئی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے۔ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو نہیں کر سکتے تو لازماً نہیں کہ وہ غلط ہوں گے مگر وہ نسبتاً ایک ادنیٰ درجہ کے ممبران جماعت احمدیہ بنیں گے جبکہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو زیادہ اعلیٰ درجے پر فائز دیکھنا چاہتے ہیں۔ 'ہم میں سے نہیں' کہتے ہی ساتھ ان کی براءت بھی فرما دی۔ "اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کر سکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کی رو سے چارہ جوئی کرے مگر یہ مناسب نہیں کہ سختی کے مقابل پر سختی کر کے کسی مفسدہ کو پیدا کرے"۔ بہت سی عدالتی کارروائیاں جو میرے علم میں آئی ہیں، جماعت کے اندر بھی جاری ہوتی رہتی ہیں، وہ اسی مضمون کو نہ سمجھنے یا سمجھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ فرمایا "یہ تو وہ وصیت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے"۔

ایک طرف اس کا بنیادی حق بھی رکھ دیا اس کو بھی کھول دیا لیکن اگر ان باتوں کو سننے کے باوجود وہ اپنے حق استعمال کرنے پر زور دیتا ہے تو مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مقصد ہے کہ اپنی وہ جماعت جو آپ کے تصور کی جماعت ہے، جو اعلیٰ درجے کے مخلصین کی جماعت ہے، جو حقیقت میں آپ کے فرمانبردار ہیں اگر اس گروہ میں داخل ہونا چاہتا ہے تو پھر اس گروہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، حق استعمال کرتا ہے تو کرے۔

"ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے"۔ اب خارج کرنے کا مضمون بھی غور طلب ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے افراد کو رسمی طور پر جماعت سے خارج نہیں کیا اس لئے آج کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں شخص یہ کرتا ہے اور فلاں شخص یہ کرتا ہے اور آپ نے اس کے جماعت سے خارج ہونے کا اعلان نہیں کیا۔ کب ان لوگوں کے جماعت سے خارج ہونے کا مسیح موعود نے اعلان فرمایا تھا۔ پس یہ خارج ہونا معنوی ہے۔ یہ خارج کرنے کی کوئی رسمی کارروائی نہیں کی جبکہ کثرت سے آپ کے بیانات اور ملفوظات اور تحریرات میں جماعت میں ایسے لوگوں کے رہنے کا ذکر ملتا ہے جو اس قسم کی بیہودہ حرکتیں کرتے ہیں اور مسیح موعود علیہ السلام کی دلآزاری کا موجب بنتے ہیں ان کو جماعت سے باہر کرنے کی کاروائی نہیں ہوئی۔ پھر یہاں باہر کا کیا مطلب ہے۔ وہی جو میں بیان کر رہا ہوں کہ عملاً خدا کے نزدیک وہ لوگ مسیح موعود کی پاک جماعت سے باہر شمار ہونگے اور یہ بہت بڑا ایک خطرہ ہے جو اگر انسان سمجھ جائے تو لازماً اس خطرے سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ اور لازم ہے کہ ایسا شخص اپنی اس زندگی میں اور اُس زندگی میں دونوں میں فلاح پا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس الحکم جلد ۱۲ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۰ر مئی ۱۹۰۸ء صفحہ نمبر ۳ پر درج ہے۔ فرماتے ہیں: **"فلاح وہ شخص پاوے گا جو اپنے نفس میں پوری پاکیزگی اور تقویٰ طہارت پیدا کر لے"**۔ پس وہ لوگ تھے جن کا ذکر مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے تھے کہ ہماری جماعت میں سے نہیں اور جن جماعت کے لوگوں کو آپ مفلحین کے گروہ میں شمار ہوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں ان کی یہ تفصیل ہے۔ "جو اپنے نفس میں پوری پاکیزگی اور تقویٰ طہارت پیدا کر لے اور گناہ اور معاصی کے ارتکاب کا کبھی بھی اس میں دورہ نہ ہو اور ترک شر اور کسب خیر" یعنی شر والی باتوں کو ترک کرنا، اس کو چھوڑ دینا اور 'کسب خیر' محنت کر کے اچھی باتوں کو کمانا۔ "دونوں مراتب پورے طور سے یہ شخص طے کر لے تب جا کر کہیں اسے فلاح نصیب ہوتی ہے"۔ جو معاملہ شروع میں آسان دکھائی دے رہا تھا غور کرو تو کتنا مشکل دکھائی دینے لگ گیا ہے۔

"ایمان کوئی آسان سی بات نہیں جب تک انسان مر ہی نہ جاوے تب تک کہاں ہو سکتا ہے کہ سچا ایمان حاصل ہو"۔ اب یہ مر جانا پچھلی ساری عبارات سے ظاہر ہے کہ انسان اگر موت ہی عائد کر لے اپنے پر، غصے کو کنٹرول کرے، جذبات پر قابو پالے، ہر ترک شر کرے، ہر کسب خیر کرے تو دنیا سے وہ مر گیا۔ ایک نیا وجود ظاہر ہوا ہے جو اس دنیا میں رہتے ہوئے کسی اور دنیا میں زندہ ہے۔ یہ باتیں ہیں جن کو مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ "انسان مر ہی نہ جاوے تب تک کہاں ہو سکتا ہے کہ سچا ایمان حاصل ہو"۔

بدر جلد ۷ نمبر ۱۹ مورخہ ۲۴ر مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۵، ۶ سے ایک اور عبارت بھی لی گئی ہے۔ **"جب انسان محض اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے جذبات کو روک لیتا ہے تو اس کا نتیجہ دین و دنیا میں کامیابی اور عزت ہے۔ فلاح دو قسم کی ہے تزکیہ نفس حسب ہدایت نبی کریم ﷺ کرنے سے آخرت میں بھی نجات ملتی ہے اور دنیا میں بھی آرام ملتا ہے"**۔ یہ تو ایک ایسی قطعی حقیقت ہے کہ ہر انسان روزمرہ کی زندگی میں اس کو پرکھ سکتا ہے۔ جب بھی کسی انسان کو دکھ پہنچا ہو، خطرات درپیش ہوں تو سوائے رسول اللہ ﷺ کی پناہ کے جو الٰہی پناہ ہے اور کوئی پناہ اس کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ جو معاملات وہ طے کرتا ہے غور کرے اور ٹھہرے اور سوچے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایسے موقعوں پر کیا تعلیم دیتے ہیں۔ وہ تعلیم اس کی حفاظت کرے گی اور اگر کوئی دکھ پہنچ بھی جائے تو اس دکھ کے بد اثر سے نجات کے لئے بھی وہی تعلیم ہے جو اثر انداز ہو گی۔ مجھے کل ایک فون ملا کہ میرا بھائی، پیارا بھائی فوت ہو گیا۔ فلاں دو چھوٹے چھوٹے بچے پیچھے چھوڑ دئے۔ فلاں عزیز فوت ہو گیا، فلاں عزیز فوت ہو گیا اب میں کیا کروں۔ ان سے میں نے یہی عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کی پناہ میں آجائیں کیونکہ اس صدمے کو کم کرنے کے لئے جب تک حضرت اقدس محمدؐ رسول اللہ کا تصور نہ باندھا جائے یہ صدمہ کم نہیں ہو سکتا بلکہ بلائے جان بن جائے گا اور بجائے اس کے کہ ان لوگوں کو آپ واپس بلا سکیں آپ کو وہاں جانا ہو گا جہاں یہ لوگ پہنچ کر خوش ہیں۔ لیکن آپ خوش نہیں ہونگے کیونکہ جو آپ نے رویہ اختیار کیا ہے یہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کے بالکل برعکس ہے۔ آپ کو کتنے بے شمار صدمے پہنچے ہیں، ہر صدمے کے موقعہ پر آپؐ اللہ کی پناہ میں آئے ہیں اور یہ پناہ اس یقین سے ملتی ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے اور اُس دنیا میں ہم نے جانا ہی ہے۔ اس لئے ہر صدمے کے موقع پر سچا صبر اُس دنیا میں جانے کا سفر آسان کر دیتا ہے اور انسان یہاں رہتے ہوئے بھی ایک قسم کا بے تعلق ہو جاتا ہے۔ یعنی بے تعلق ان معنوں میں نہیں کہ دنیا کو بالکل تج کر دے اور چھوڑ دے بلکہ بے تعلق ان معنوں میں ہو جاتا ہے کہ انسان کو اپنے ساتھ، اپنے اندر بستا ہوا دیکھتا تو ہے لیکن اس کے تصورات، اس کے خیالات ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں اور بنی نوع انسان سے حسن سلوک جاری رکھتا ہے، اس طرح نہیں کرتا کہ الگ ہی ہو جائے۔ پس دنیا میں بھی کامیابی ہے اور آخرت میں بھی کامیابی ہے۔

"فلاح دو قسم کی ہے تزکیہ نفس حسب ہدایت نبی کریم ﷺ کرنے سے آخرت میں بھی نجات ملتی ہے اور دنیا میں بھی آرام ملتا ہے"۔ پھر فرمایا "گناہ خود ایک دکھ ہے۔ وہ بیمار ہیں جو گناہ میں لذات پاتے ہیں۔ بدی کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں نکلتا۔ بعض شرابیوں کو میں نے دیکھا ہے کہ انہیں نزول الماء ہو گیا، مفلوج ہو گئے، رعشہ ہو گیا، سکتے سے مر گئے۔ خدا تعالیٰ جو ایسی بدیوں سے روکتا ہے تو لوگوں کے بھلے کے لئے۔ جیسے ڈاکٹر اگر کسی مریض کو، کسی بیمار کو پرہیز بتاتا ہے تو اس میں بیمار کا فائدہ ہے نہ کہ ڈاکٹر کا"۔ پس یہ ساری نصیحتیں جو آپ کو کی جاتی ہیں یا آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصائح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں آپ سنتے ہیں تو اس میں حضرت اقدس مسیح موعود یا حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا کوئی بھی ذاتی فائدہ نہیں ہے۔ آپ کا فائدہ ہے اگر اس نسخے پر عمل کریں تو آپ کو فائدہ پہنچے گا۔

لیکن عام تیماردار اور ان روحانی تیمارداروں کے درمیان ایک فرق بھی ہے۔ یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے تیماردار کا حوالہ دیا ہے کہ اگر ایسا شخص طبیب کی بات نہیں مانتا تو طبیب کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ مگر خدا کے بندے، حقیقی بندے جو نبوت کے مقام پر فائز ہوتے ہیں ان کو ذاتی نقصان کا احساس ضرور ہوتا ہے، طبیب کو ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ جب بھی وہ کسی خدا کے بندے کو ضائع ہوتے دیکھتے ہیں تو تکلیف پہنچتی ہے اس لئے یہ نقصان تو ضرور ان کو پہنچتا ہے جو عام دنیا کے طبیب کو اکثر نہیں پہنچتا۔ "پس فلاح جسمانی روحانی پانی ہے آسمان سے اترنے والا ایک پانی ہے جس کو میں فلاح جسمانی قرار دیتا ہوں"۔ یعنی مسیح موعود علیہ السلام قرار دیتے ہیں۔ "تم ان آفات و منہیات سے پرہیز کرو۔ نفس کو بے قید نہ کرو کہ تم پر عذاب نہ آجائے"۔ نفس کی بے قیدی کے نتیجے میں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچ سکتی ہیں جن کا ذکر پہلے گزرا ہے۔ ہر قسم کی ایسی عادات جو مضر صحت ہیں اگر ان کو کھلی ڈھیل دی جائے تو عجب نہیں کہ ان بدنتائج کو پیدا کریں۔ "اللہ تعالیٰ نے کمال رحمت سے سب دکھوں سے بچنے کی راہ بتا دی اب کوئی ان دکھوں سے، ان گناہوں سے نہ بچے تو اسلام پر اعتراض نہیں ہو سکتا"۔

پھر البدر جلد ۳ صفحہ ۲۷، ۲۸ مورخہ ۱۶ر جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۴ میں آپ نے یہ نصیحت فرمائی،

"انسان کی خوش قسمتی ہے کہ قبل از نزول بلاء وہ تبدیلی کر لے

لیکن اگر کوئی تبدیلی نہیں کرتا اور اس کی نظر اسباب اور مکر و حیلے پر ہے تو سوائے اس کے کہ وہ اپنے ساتھ گھر بھر کو تباہ کر دے اور کیا انجام ہو سکتاہے"۔ اب یہ باتیں اچھی طرح پیش نظر رکھیں کہ بعض دفعہ ایک انسان کی غلطی اس کے گھر کو بھی برباد کر دیا کرتی ہے، فرمایا خوش قسمتی ہے کہ نزول الماء سے پہلے وہ تبدیلی کر لے۔ اگر کوئی تبدیلی نہیں کرتا اور اس کی نظر اسباب اور مکر وحیلے پر ہے"۔ یعنی اپنے نفس کی خرابیوں سے توبہ نہیں کرتا اور دبے ہوئے نفس کی مکروہات کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا اپنا نفس ہے جس نے اس کے گردوپیش خطرات پیدا کر دئے ہیں۔ اگر کوئی ایسا شخص ہو جو سمجھتا ہو کہ میری چالاکیوں سے یہ خطرات میرے نفس کے اندر دب جائیں گے اور بیرونی اثر ظاہر نہیں کریں گے یہ مکر وحیلہ سے بچنے کی کوشش ہے۔ مکر وحیلہ سے اس طرح بچنے کی کوشش سے ان کو کوئی بھی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ ان مضرات سے نقصان ضرور پہنچے گا اور چونکہ وہ اپنی آنکھیں بند کئے بیٹھا ہے اس لئے اس کے گھر میں جو بھی بستے ہیں اس کے نقصان سے وہ بھی حصہ پائیں گے۔

تو بعض لوگوں کو اپنی فکر نہیں اپنے بیوی بچوں کی فکر ہوتی ہے۔ ان کا حوالہ دیتے ہوئے مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے، "سوائے اس کے کہ وہ اپنے ساتھ گھر بھر کو تباہ کر دے اور کیا انجام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ **مرد گھر کا کشتی بان ہوتا ہے اگر وہ ڈوبے گا تو کشتی بھی ساتھ ہی ڈوبے گی۔ اسی لئے کہا ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ**"۔ کہ مرد عورتوں کے اوپر قوام ہوتے ہیں ان کو سیدھا رکھنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ایسی صلاحیتیں عطا کئے گئے ہیں کہ وہ عورتوں کو اگر وہ واقعۃً الٰہی تعلیم پر چلیں سیدھا رکھ سکتے ہیں اور سیدھے رستے پر چلا سکتے ہیں۔

"اسی کی رستگاری کے ساتھ اس کے اہل وعیال کی رستگاری ہے"۔ اگر اللہ تعالیٰ آزادی کے، بھلائی کے سامان پیدا نہ کرے تو اس کے اہل وعیال کی بھلائی کے سامان بھی پیدا نہیں ہو سکتے "لَا يَخَافُ عُقْبٰهَا" سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کو ان کے پسماندگان کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس وقت اس کی بے نیازی کام کرتی ہے"۔ لَا يَخَافُ عُقْبٰهَا میں یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کو گویا ان کی ہلاکت کی کوئی بھی پرواہ نہیں۔ یہاں بھی جو اس آیت کا سیاق وسباق جانتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ لَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ان نفوس کے متعلق فرمایا گیا ہے جو اپنے نفس کو نیچے اتارتے ہیں اور دبا کر ان کی بدی سے بچنے کی کوشش اس طرح کرتے ہیں کہ وہ بالکل اندر دب جائے اور اس کا کوئی شر بھی باہر نہ نکلے۔ حالانکہ نفس کو جتنا چاہیں دبائیں اس کی خیر بھی باہر نکلتی ہے، اس کا شر بھی باہر نکلتا ہے۔ تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لَا يَخَافُ عُقْبٰهَا کی آیت کی طرف اشارہ فرمادیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی شرارتوں، اپنے کینوں، اپنی گندگیوں کو اندر دبا کر ان کے شر کے پھیلنے سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا وہ شر ضرور پھیلے گا اور ان کے لئے نقصان کا موجب بنے گا۔

الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۱۰ مورخہ ۲۶ / اکتوبر ۱۹۰۲ء میں درج ہے "خدا تعالیٰ نے ایک خاص قانون اپنے برگزیدوں اور راستبازوں کے لئے رکھا ہوا ہے۔ وہ ایسا ٹیکہ ہے کہ اس میں نہ نشتر کی ضرورت ہے نہ اس میں تپ آتا ہے۔ جب کوئی اس کی شرائط کو پورا کرنے والا ہو تو خدا کے سایہ میں آجاتا ہے۔ تم اسے اختیار کرو تا تم ضائع نہ ہو۔ ہر شخص جو اس کو سمجھے وہ دوسرے کو سمجھا دے"۔ اب بلاؤں اور وباؤں سے بچنے کے لئے دنیا میں ٹیکوں کا رواج ہے اور ٹیکے خود بھی اپنی ذات میں نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ نشتر لگتا ہے، سوئی چبھتی ہے اور انسان تکلیف محسوس کرتا ہے پھر اس کے بعد تپ آجایا کرتا ہے۔ اکثر ٹائیفائیڈ کے ٹیکے لگانے والے بڑی مصیبت سے گزرتے ہیں۔ بعض دفعہ چیچک کا ٹیکہ بگڑے تو اس سے بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ تو فرمایا میں ایک ایسے ٹیکے کی بات کر رہا ہوں جو کوئی بھی تکلیف تمہیں نہیں پہنچائے گا۔ نہ نشتر لگے گا، نہ تپ آئے گا۔

"تم اسے اختیار کرو تا تم ضائع نہ ہو، ہر شخص جو اس کو سمجھے وہ دوسروں کو سمجھا دے اور حاضر غائب کو پہنچا دے تا کہ کوئی دھوکہ نہ کھائے"۔ یہ وہ نصیحت ہے جس کو اب ہمیں عام کرنے کی ضرورت ہے۔ جو حاضر ہیں، جو سن رہے ہیں وہ غائبوں تک ان باتوں کو کرنا شروع کر دیں۔ محض اپنے دل کی حدود تک نہ رکھیں بلکہ زبان سے نکالیں اور اردگرد ماحول کو یہ نصیحت کریں جو مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ "**یاد رکھو محض اسم نویسی سے کوئی جماعت میں داخل نہیں جب تک وہ حقیقت کو اپنے اندر پیدا نہ کرے۔ آپس میں محبت کرو۔ اتلاف حقوق نہ کرو اور خدا کی راہ میں دیوانے کی طرح ہوجاؤ تا کہ تم پر فضل کرے۔ اُس سے کچھ باہر نہیں ہے**"۔

وہ جو ٹیکہ وہ یہ ٹیکہ ہے جس کی بات اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں تمہارا نام میری جماعت میں لکھا جائے تو یہ اسم نویسی ہے جیسے بیعت کے فارموں پہ نام لکھے جاتے ہیں، جماعت کی فہرستوں میں اسماء لکھے جاتے ہیں۔ فرمایا یہ تو اسم نویسی ہے اس سے کوئی جماعت میں داخل نہیں۔ یہ خیال کر لینا کہ تجنید کی فہرستوں میں ہمارا نام ہے اور یہ سمجھ لینا کہ چونکہ تجنید میں نام ہے اس لئے ہم جماعت میں داخل ہیں۔ فرمایا یہ غلط بات ہے اس کو نام لکھنا کہتے ہیں۔ پس اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہاں "جب تک وہ حقیقت کو اپنے اندر پیدا نہ کرے"۔ اسم نویسی کے بعد جو احمدیہ جماعت کی حقیقت ہے جسے مسیح موعود علیہ السلام کھول کھول کر بیان فرماتے ہیں اس حقیقت کو اپنے اندر جب تک پیدا نہ کرے اس اسم نویسی کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ حقیقت کیا ہے "آپس میں محبت کرو اتلاف حقوق نہ کرو"۔

"آپس میں محبت کرو" اور "اتلاف حقوق نہ کرو"۔ ایک ہی چیز کے دو پہلو ہیں۔ جس سے آپ کو پیار ہو اس کا حق تلف تو نہیں کرتے۔ کبھی ماؤں کو دیکھا ہے کہ بچوں کے حقوق تلف کر رہی ہوں۔ جاہل ہی ہونگی وہ مائیں جو بچے کے منہ سے لقمہ چھین کر خود کھا جائیں۔ جو بچے کا حق ہے وہ بچے کو دیتی ہیں بلکہ اپنے منہ کا لقمہ چھوڑ کر بچے کے منہ میں ڈال دیتی ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں **محبت کرو، اتلاف حقوق نہ کرو۔ محبت کی پہچان یہ ہوگی کہ تم کسی کے حقوق تلف نہ کرو۔ اور حقوق نہیں تلف کرو گے تو اپنے حقوق دوسروں کو دینے کے لئے امکان پیدا ہوجائے گا۔** حقوق نہ تلف کرنا محبت کا پہلا تقاضا ہے لیکن اپنے حقوق تلف کرنا محبت کا دوسرا تقاضا ہے۔ پس ان دونوں پہلوؤں سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ہدایت کو سمجھیں۔ دوسروں سے محبت کریں یعنی ان کے حقوق تلف نہ کریں اور ان کی خاطر اپنے حقوق تلف کریں۔ یہ تو ایک دیوانگی کی بات ہے۔ انسان کسی کے حقوق تلف نہ کرے وہ تو ٹھیک ہو گیا مگر اپنے حقوق کیوں تلف کرے۔ فرمایا "خدا کی راہ میں دیوانے کی طرح ہو جاؤ"۔ یہ تبھی ممکن ہے کہ اگر آپ اللہ کی محبت کی وجہ سے دیوانہ سے بن جائیں اور یہ بظاہر دیوانگی کی باتیں ہیں۔ ماں کا بچے سے ایک رشتہ ہے جس کے تقاضے وہ نظر انداز نہیں کر سکتی مگر آپ کا تو بنی نوع انسان سے اس قسم کا خونی رشتہ نہیں ہے اور اگر آپ عقل کریں تو وہ تقاضے نظر انداز کر سکتے ہیں۔ پس جب تک دیوانوں کی طرح خدا کی راہ میں نہ ہو جاؤ یہ ماں والے رشتے تمام بنی نوع انسان سے قائم کئے ہی نہیں جا سکتے۔ "دیوانے کی طرح ہو جاؤ تا کہ خدا تم پر فضل کرے، اس سے کچھ باہر نہیں"۔

اب یہ ہماری تربیت کے لئے ایک بڑا عظیم الشان لائحہ عمل ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرما دیا اور اس کی باریک راہوں سے ہمیں آگاہی فرمائی۔ فرمایا، "**میں تمہیں باربار نصیحت کرتاہوں کہ تم ایسے پاک صاف ہوجاؤ جیسے صحابہ نے اپنی تبدیلی کی۔ انہوں نے دنیا کو بالکل چھوڑ دیا گویا ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے۔ اسی طرح تم اپنی تبدیلی کرو**"۔ اب یہ نہیں فرمایا کہ دنیا کو چھوڑ دیا اور ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے کیونکہ صحابہ میں بڑے بڑے خوش پوش صحابہ کا ذکر ملتا ہے جو اللہ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو بہت پیارے تھے۔ خود حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی خوش پوشی کا ذکر ملتا ہے۔ بعض دفعہ باہر سے کوئی بہت اعلیٰ درجے کا خوب صورت، دلکش تحفہ آیا تو آپ نے وہ پہن لیا یہ بھی شکر کا ایک اظہار ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پہلے قطرے کو جیسے انسان زبان پر لیتا ہے وہی محبت ہے جس کا یہاں ذکر چل رہا ہے۔

تو فرمایا، "جیسے صحابہ نے اپنی تبدیلی کی۔ انہوں نے دنیا کو بالکل چھوڑ دیا گویا ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے"۔ "گویا ٹاٹ کے کپڑے" پہننے کا مطلب ہے کہ اگر خدا طلبی سے غربت اختیار کرنی پڑے اور دنیا ہاتھ سے جاتی رہے، دنیا کے مال و دولت نہ رہیں اور واقعۃً ٹاٹ پہننا پڑے تب بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں کرنی۔ ٹاٹ پہننے کے لئے اپنے آپ کو ذہنی طور پر اور قلبی طور پر تیار رکھنا یہ مضمون ہے جو یہاں بیان ہو رہا ہے۔ اگر آپ تیار رکھیں گے تو گویا ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے۔ خدا کے نزدیک وہ قربانی جو آپ سے لی نہیں گئی لیکن ذہنی طور پر آپ تیار ہیں وہ اللہ کے نزدیک ایسی ہی ہے جیسے ہو گئی۔ اور اکثر اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے یہی سلوک ہوتا ہے۔ مطالبے کرتا ہے یہ کرو، وہ کرو، جو بہت سخت بھی ہوتے ہیں، نرم بھی ہوتے ہیں لیکن جو قلبی طور پر تیار ہو جائے کہ میں ان مطالبوں کو بالآخر پورا کروں گا اللہ کے ہاں وہ ایسا ہی لکھا جاتا ہے جیسے اس نے وہ مطالبے پورے کر دئے۔

پس ٹاٹ کے کپڑوں کے تعلق میں آپ کو اپنے سوٹ اور گاؤن بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ سب اتار کے پھینک دیں اور واقعۃً ٹاٹ کی سلائیاں شروع کر دیں۔ ہاں یہ ارادہ رکھیں اور اس میں پختہ ہوں، اس میں نیت بالکل پاک اور صاف ہو کہ خدا کی قسم اگر اس کی خاطر ہمیں ان تمام خوبصورت لباسوں کو آگ میں جھونکنا پڑے تو ہم جھونک دیں گے۔ تن ڈھانکنا ہے تو ٹاٹ سے ڈھانک لیں گے کیونکہ تن تو بہر حال ڈھانکنا ہے لیکن اللہ کی رضا کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ اس چھوٹے سے خوبصورت فقرے میں یہ سارا مضمون بیان فرما دیا گیا۔

اب کس خدا کی خاطر قربانیاں ہیں جس کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ ہمارے حواس خمسہ اس تک پہنچ نہیں سکتے۔ وہ غیب میں ہے اور غیب کے لئے حاضر کی قربانی ایک بہت بڑا مشکل مضمون ہے۔ انسان حاضر پر غیب کو قربان کرتا ہے مگر غیب پر حاضر کو قربان نہیں کیا کرتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے غیب ہوتے ہوئے حاضر مضمون کو بیان فرما رہے ہیں۔ کس کی خاطر تم یہ کام کرو گے۔ **"وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ ہے مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں۔ وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔ سو اس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو۔ تم اس کی جماعت ہو جن کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چنا ہے"۔**

"تم اس کی جماعت ہو جن کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چنا ہے"۔ یہاں غالباً "جن کو" کا لفظ جماعت پر اطلاق پا رہا ہے کیونکہ 'اُس' کا لفظ واحد میں ہے 'اُس' سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں تم اس کی جماعت ہو جن کو یعنی اس جماعت کو اس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے نیکی کا نمونہ دکھانے کے لئے چنا ہے۔ **"سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اس کے لب جھوٹ سے اور اس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا"۔** کاٹا جانے کے متعلق ایک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فقرہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں "میری جماعت میں سے نہیں ہے" لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فقرے کے دائرے میں آتے ہیں، اس اظہار کے دائرے میں آتے ہیں جو فوری طور پر تو کاٹے ہوئے دکھائی نہیں دیتے اور کوئی جماعت کی کارروائی ان کے خلاف نہیں ہوتی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انذار ضرور ان کے حق میں پورا اترتا ہے۔ وہ رفتہ رفتہ دور ہٹتے ہٹتے واقعۃً جماعت سے کاٹے جاتے ہیں یا خود اپنے آپ کو جماعت سے کاٹ لیتے ہیں۔ یہ سلسلہ روز جاری ہونے والا سلسلہ ہے۔ ہر روز ایسے انسانوں کی خبر ملتی رہتی ہے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے تقاضوں کو نظر انداز کر دیا تو آخری باتیں ضرور پوری ہوئیں جن سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ڈرایا تھا۔

"اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو"۔ دل ہی ہیں جو ہر صفائی، ہر برائی کی پہلی آماجگاہ ہیں۔ یہاں اگر جھاڑو پھیرا جائے گندگیوں سے تو پھر پاک دل اس سے نکلے گا جس میں خوبیاں آ کر اپنی جگہ بنا لیں گی۔ پس یہ بات بار بار کہتا ہوں اور کہتا چلا جاتا ہوں اور یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آجانی چاہئے مگر لفظوں میں سمجھ میں آجاتی ہے، عمل کچھ نہیں ہوتا یا ہوتا ہے تو بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ اس لئے مجھے یہ باتیں دوہرانے دیں۔ جتنا دوہراؤں گا کبھی نہ کبھی، کسی نہ کسی کو تو خیال آجائے گا کہ میں سنتا تو ہوں مگر ان باتوں پر عمل نہیں کرتا اس لئے اس دوہرانے سے فائدہ ہے فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى کا یہی مضمون ہے۔

فرمایا: **"اے خدا کے بندو! دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو"۔** جیسے بعض دفعہ بعض عورتوں کو جنون ہوتا ہے وہ ہر وقت گھر کے اندرو غیرہ دھوتی رہتی ہیں اور اپنا اندر نہیں دھوتیں۔ فرمایا "اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو۔ **تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو نہیں"۔** دکھاوے کی زندگی، باہر کی صفائی، اندرونے کو بھول جانا، اس سے ہو سکتا ہے تم ہر ایک کو راضی کر لو اور وہ تمہیں اور تمہارے گھر کو بہت شفاف اور چمکتا ہوا دیکھے۔ سب کو کر سکو گے، مگر خدا کو نہیں۔ "خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے"۔ اب دنیا راضی ہو رہی ہے اور بہت خوش ہو رہی ہے بہت اچھا آدمی ہے، بہت اچھی عورت ہے۔ اتنا صاف ستھرا آدمی، اتنی صاف ستھری عورت، گھر پاک و صاف اور یہی بات جو دنیا میں تمہاری مدح کا موجب بن رہی ہے خدا کے غضب کو بھڑکانے کا موجب بنتی ہے۔

"خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذریت کو ہلاکت سے بچاؤ۔ **کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو حالانکہ تمہارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اور عزیز بھی ہے"۔** وہی ٹاٹ کے کپڑوں والی بات کہ دل میں اگر کوئی عزیز ہے تو جب ابتلاء میں پڑو گے تو وہ عزیز خدا پر غالب آجائے گا۔ اگر دل میں کوئی اور عزیز ہے سے مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی اور پیارا ہے۔ بے شمار پیارے ہونگے، بے شمار دل میں عزیز ہونگے مگر خدا کے مقابل پر اگر کوئی دل میں عزیز ہے تب تم خدا کی نظر میں پیارے نہیں ہو سکتے۔ "اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اس کے لئے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ"۔ "اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اس کے لئے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ"۔ یہ سارے عشق کے منازل ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کھول رہے ہیں۔

اب ایک لمبی تحریر ہے جو اس لحاظ سے بہت دلچسپ ہے کہ چلتے چلتے آسٹریلیا کے ایک سیاح سے باتیں کرتے ہوئے اس کو نصیحتیں فرمائی جا رہی ہیں۔ صبح سیر کے وقت مسیح موعود علیہ السلام جب روانہ ہوئے تو آسٹریلیا سے آیا ہوا ایک سیاح تھا وہ بھی ساتھ چل پڑا یا اسے دعوت دے دی گئی ہو گی اور اس دوران سیر اس سے جو گفتگو ہوئی یہ دوسرے ساتھیوں نے، سننے والوں نے بعد میں فوراً قلمبند کر لی۔ پس یہ گفتگو ان الفاظ میں ہے۔

"دیکھو اگر کوئی شخص کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہو"۔ یہ آسٹریلین سیاح سے فرما رہے ہیں۔ "دیکھو اگر کوئی شخص کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہو اور اس کا کچھ اسباب متفرق طور پر پڑا ہو تو یہ کبھی جرأت نہیں کرے گا کہ اسباب کا کوئی حصہ چرا لے خواہ چوری کے کیسے ہی قوی محرّک ہوں"۔ مالک سامنے کھڑا ہو تو اس کا اسباب بکھرا پڑا ہو یہ عموماً سیاح کے اوپر اطلاق ہونے والی بات ہے۔ کیونکہ کسی کے گھر میں تو سامان بکھرا ہوتا یا وہ سفر پر روانہ ہونے والا ہے یا سفر سے آیا ہے تو اس سیاح کو مخاطب کر کے یہ فقرہ دیکھیں کتنا اس کی صورت حال پر اطلاق پانے والا ہے جس کو وہ اپنے تجربے سے خود سمجھ سکتا ہے۔ "اس کا کچھ اسباب متفرق طور پر پڑا ہو تو یہ شخص کبھی جرأت نہیں کرے گا کہ اسباب کا کوئی حصہ چرا لے خواہ چوری کے کیسے ہی قوی محرّک ہوں اور کیسا ہی بدعادت کا مبتلا ہو"۔ یہ ہو نہیں سکتا اس کی نظر میں ہو اور اس کو چرا لے۔

"مگر اس وقت اس کی ساری قوتوں اور طاقتوں پر ایک موت وارد ہو جائے گی"۔ مرنا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اسی کی تشریح ہے کہ مرنے سے یہ مراد نہیں ہے بالکل مر مٹو۔ مرنے سے یہ مراد ہے کہ حاکم وقت یعنی اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہوتے ہوئے تم ایسی جرأت نہ کرو کہ گویا اس کا سامان چرا رہے ہو اور خدا کی مرضی کے خلاف عمل کی جسارت میں تمہارے اوپر ایک موت طاری ہو گئی۔ جیسے وہ بدکار، چور اچکا مُردے کی طرح کھڑا رہے گا۔ مجال ہے اس کی جو ہاتھ بڑھا کر مالک کی نظر میں رہتے ہوئے اسکا کوئی سامان چرائے۔ "موت وارد ہو جائے گی اور اسے ہرگز یہ جرأت نہ ہو سکے گی اور اس طرح پر وہ اس چوری سے ضرور بچ جائے گا۔ اس طرح پر ہر قسم کے خطاکاروں اور شریروں کا حال ہے کہ جب انہیں ایسی قوت کا کوئی علم ہو جاتا ہے جو ان کی شرارت پر سزا دینے کے لئے قادر ہے تو وہ جذبات ان کے دب جاتے ہیں۔ یہی سچا طریق گناہ سے بچنے

کا ہے"۔

اگر کوئی معصوم بچی اکیلی جارہی ہو، اندھیرا ہو، کوئی دیکھ نہ رہا ہو، ایک بد بخت اس پر ہاتھ اٹھانے کی جسارت کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ایک قوی ہیکل، مضبوط مرد اس کے ساتھ چل رہا ہو جس کے مقابل پر اس کی کوئی حیثیت نہ ہو تو اتنی شرافت سے وہ نظریں نیچی کر کے گزرے گا کہ قوی ہیکل انسان کو وہم بھی نہیں ہو گا کہ اس کا کوئی بد ارادہ ہے۔ نہایت مسکین بن جائے گا چال میں نرمی آجائے گی۔ ذرا بچ کے، پہلو بچا کے جائے گا۔ وہ لطیفہ میں نے اردو کلاس میں تو بتایا تھا لیکن یہاں پتہ نہیں سنایا ہے کہ نہیں۔ ایک شخص نے اپنے اوپر کی منزل سے کچھ کیچڑ نیچے پھینک دیا۔ ایک گزرتے ہوئے آدمی کے اوپر جا پڑا۔ اس نے بڑے غصے سے للکار کر کہا بد بخت دیکھتا نہیں کون نیچے جا رہا ہے۔ تیری یہ مجال کہ مجھ پر کیچڑ پھینکا ہے۔ تم ذرا باہر آنا میں تیرا اچھا حال کروں۔ اوپر سے جو آدمی آیا وہ بڑا قوی ہیکل، مضبوط پہلوان، اس کی آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے۔ اس کو دیکھتے ہی کہا فرمایئے آپ نے پھینکا تھا نا۔ یہ عاجز بندہ حاضر ہے کچھ اور بھی پھینکیں، اور بھی لطف اٹھائیں۔ اب یہ جو رویہ ہے یہ قوی ہیکل کو دیکھنے کے بعد پیدا ہوا ہے۔

تو اگر کوئی انسان کسی طاقتور وجود کی موجودگی کا احساس کرے تو اس کے گناہ کی شوخی اسی طرح مٹ جائے گی جیسے اس کیچڑ میں بھرے ہوئے انسان کی مٹ گئی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو کیچڑ نہیں پھینکتا۔ اللہ تعالیٰ تو فضل پھینکتا ہے۔ محمدؐ رسول اللہ کے نصائح تو پھولوں کی طرح اترتے ہیں اس کے باوجود آپ کا یہ حال ہو کہ ان پر سیخ پا ہوں اور اپنے وجود کو بدلنے کے لئے کوئی کوشش نہ کریں۔ یہ حد سے زیادہ زیادتی اور ظلم ہو گا۔ یہ پھول ہیں جن کو آپ نے چننا ہے۔ وہ کانٹے ہیں جن سے بچانے کے لئے نصائح کی جاتی ہیں۔ اس لئے اپنی بھلائی کا رستہ اختیار کریں خود آپ کا بھلا ہو گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "یہی سچا طریق گناہ سے بچنے کا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ پر کامل یقین پیدا کرے اور اس کے سزا و جزاء دینے کی قوت پر معرفت حاصل کرے۔ یہ نمونہ گناہ سے بچنے کے طریق کے متعلق خدا نے ہماری فطرت میں رکھا ہوا ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس اصول کو آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ کیا عجب آپ کو فائدہ پہنچے"۔ یعنی آسٹریلوی سیاح سے فرما رہے ہیں، "کیا عجب آپ کو فائدہ پہنچے اور چونکہ سفر کرتے رہتے ہیں اور مختلف آدمیوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ آپ ان سے بھی اسے ذکر کر سکتے ہیں"۔ فرمایا جس طرح پہلے نصیحت کی تھی کہ جو بھی اس نصیحت کو سنے آگے پہنچائے۔ تو مسافر کے اسباب کے پھیلنے کی طرح اس کے سامنے ایک بات رکھی اور اس سے ایک مضمون نصیحت کا نکالا اور پھر فرمایا کہ آپ چونکہ مسافر ہیں اور اکثر پھرتے رہتے ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ آپ کے سامنے بات پیش کروں تا کہ آپ آئندہ دنیا میں جہاں بھی سفر کریں اس نصیحت کو آگے چلاتے رہیں۔" یہ میری طرف سے آپ کو ایک تحفہ ہے اور میں ایسے تحفے دے سکتا ہوں"۔

جانے والے کو اچھی نصیحت سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا جا سکتا جو اس کا زادِ راہ بن جائے۔ فرمایا "یہ میری طرف سے آپ کو ایک تحفہ ہے اور میں ایسے تحفے دے سکتا ہوں۔ ہر شخص جو دنیا میں آتا ہے اس کا فرض ہونا چاہئے کہ دھوکے اور خطرے سے بچے۔ پس گناہوں کے نیچے ایک خطرناک اور تمام خطروں اور دھوکوں سے بڑھ کر ایک دھوکہ ہے"۔ یہ وہ مخفی دل کی حالت ہے جو چھپی ہوئی ہے اور اکثر گنہگار کی اپنی نظر سے چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ کوئی گناہ ظاہر ہو ہی نہیں سکتا جب کہ دل کے اندر چھپا ہوا گناہ موجود نہ ہو۔ لیکن وہ دھوکہ ہے، دھوکہ ان معنوں میں کہ دکھائی نہیں دے گا انسان معین طور پر اس کی شناخت نہیں کر سکتا۔ "میں آگاہ کرتا ہوں کہ اس سے بچنا چاہئے اور یہ بھی بتاتا ہوں کہ کیونکر بچنا چاہئے"۔

(حضور نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا): اب چونکہ وقت ہو گیا ہے اس لئے 'کیونکر بچنا چاہئے' پر ایک چھوٹا سا نشان ڈال لیں۔ ٹھیک ہے؟۔ ابھی نشان ڈال لیں تا کہ آئندہ پھر دھوکہ نہ ہو اور جو اقتباسات پڑھے جا چکے ہیں ان کی تھیلی ہی الگ کر لیں۔ ٹھیک ہے؟ جزاکم اللہ۔